[redacted]

Sem - 5
CC - 12

نظیر اکبرآبادی

جیسے جیسے اردو زبان ترقی کرتی گئی اردو شاعری بھی پروان چڑھتی گئی۔ ساتھ ساتھ اردو کے نئے نئے مرکز بھی قائم ہونے لگے۔ جب ان مرکزوں کی ایک پہچان قائم ہوئی اور زبان، موضوعات یا اسلوب کی بنیاد پر ان مراکز کے ادب کو الگ الگ خانوں میں بانٹ کر دیکھا جانے لگا تو یہ مرکز دبستان کہلائے۔ دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ دو بڑے دبستان تھے اور دبستان عظیم آباد و دبستان دکن چھوٹے دبستان۔ زیادہ تر شاعر دہلی یا لکھنؤ میں سے کسی ایک دبستان سے متاثر رہے اور وہیں کے رنگ میں شاعری کرتے رہے۔ اس معاملے میں اکیلی مثال ایسے شاعر کی ہے جس نے کسی دبستان کی پیروی نہیں کی۔ اپنی راہ نکالی۔ بالکل الگ لب ولہجہ اور انداز کی شاعری کی اور اپنی ذات سے ایک دبستان بن گیا۔ یہ اکیلی مثال نظیر اکبرآبادی کی ہے۔

نظیر کا نام ولی محمد اور والد کا نام محمد فاروق ہے۔ پیدائش دہلی میں ہوئی۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کی خبر پا کر خاندان دہلی سے اکبرآباد یعنی آگرہ چلا آیا۔ اس طرح بچپن دہلی میں گزار کر بقیہ عمر آگرہ میں گزاری۔ پیدائش کا صحیح سن معلوم نہیں۔ لیکن وفات 1830ء میں ہوئی۔ اور عمر ۱۰۰ برس کے آس پاس تھی۔ اس لئے مانا جاتا ہے کہ نادر شاہ کے حملے کے آس پاس 1735ء میں پیدا ہوئے۔

نظیر کی نوجوانی کے زمانے میں دہلی کئی بار اجڑ چکی تھی۔ دہلی کے بڑے بڑے شاعر دوسرے شہروں کا رخ کر رہے تھے۔ اس کے مقابلے میں آگرہ قدرے پرسکون تھا۔ قبل میں اکبر کا دارالسلطنت رہنے اور برج کا علاقہ ہونے کی وجہ سے آگرہ ترقی یافتہ شہر تھا۔ یہاں ہر مذہب ہر پیشہ اور ہر طبقے کے لوگ بستے تھے۔ نظیر نے یہیں کی گلیوں میں گھومتے ہوئے اپنی شاعری کا مواد اکٹھا کیا۔ یہاں کے سماج کا باریکی سے مشاہدہ کیا، لوگوں کے ذہن کو سمجھا، الگ الگ طبقے اور پیشے کے لوگوں کی زبان کے فرق کو محسوس کیا۔ اور یہ سب جب انکی شاعری کی شکل میں سامنے آیا تو لوگ چونک پڑے۔ ایسی شاعری کسی دبستان میں نہیں ہو رہی تھی۔ گھبرا کر لوگوں نے انکو شاعر تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ نظیر خاموشی سے شاعری کرتے رہے اور آگرے کے بچے بچے کی زبان پر انکے اشعار آگئے۔ نظیر نے اس زمانے میں رائج غزل، مثنوی، قصیدہ وغیرہ کے بجائے موضوعاتی نظموں پر زیادہ توجہ دی۔ انکی نظموں کے موضوعات زندگی سے سیدھے جڑے ہوتے ہیں۔ وہ تخیل سے کم مشاہدہ سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ الفاظ کا انتخاب بھی موضوع کے مطابق کرتے ہیں۔ اس طرح جو نظمیں سامنے آتی ہیں

وہ حقیقی معلوم ہوتی ہیں۔ نظیر کی کچھ نظموں کے عنوانات دیکھیے۔ آگرے کی ککڑی، تربوز، بارش، نیلکا، تل کے لڈو، مکھیاں، کورا برتن، کبوتر بازی، بلبلوں کی لڑائی، ریچھ کا بچہ، آگرے کی تیراکی، بلدیو جی کا میلہ وغیرہ۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ ان نظموں میں مشہور و مقبول ہونے کی پوری گنجائش ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں آگرہ کے پھیری والے اور خوانچہ والے بھی نظیر کی نظمیں گاتے ہوئے دروازوں پر آتے تھے۔

اسی طرح تیوہاروں پر نظیر نے جو نظمیں کہی ہیں وہ بھی دیکھنے لائق ہے۔ عید اور شب برات کے علاوہ، ہولی، دیوالی، راکھی اور بسنت پر بھی انکی نظمیں موجود ہیں۔ بلکہ ہولی پر تو سب سے زیادہ وسیع نظمیں ملتی ہیں۔ نظیر کے نظموں کی ایک بڑی خوبی انکا بے ساختہ پن ہے۔ بغیر کسی بناوٹ اور مصنوعی آرائش کے وہ چیزوں کو جس کا تس رکھ دیتے ہیں۔ پڑھنے والا اور تجربہ کے مطابق اسکا اور بڑھتا ہے

لطف اٹھاتا ہے۔ نظیر اس باریکی سے کسی بات کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہو پاتی۔ برسات پر ہر زبان میں بے شمار شاعروں نے نظمیں کہی ہیں۔ لیکن نظیر کے علاوہ کسی نے مینڈک اور جھینگر تک کو یاد نہیں رکھا۔ ان کی نظم برسات کا تماشا کا ایک بند پیش ہے۔

ہر کوہ کی کمر تک سبزہ ہے لہلہاتا ـــ برسے ہے مینھ جھڑ جھڑ پانی بہا ہے جاتا
وحشی و طیور ہر ایک مل مل کے ہے نہاتا ـــ غوغا کریں ہیں مینڈک جھینگر ہے غل مچاتا
آ یار چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

ہر شاعر نے برسات کی خوبصورتی دیکھنے میں اور جتنی دیکھی اس سے زیادہ دکھانے میں اتنا دھیان دیا کہ ان چیزوں کی طرف ان کی توجہ بھی نہیں جو نظیر آسانی سے دیکھتے اور دکھاتے ہیں۔ نظم "برسات کی بہاریں" کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

سبزوں پہ بیر بہوٹی ٹیلوں اوپر دھتورے ـــ پسو سے مچھروں سے روئے کوئی بسورے
بچھو کسی کو کاٹے کیڑا کسی کو گھورے ـــ آنگن میں کنسلائی کونوں میں کن کھجورے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

نظیر کو صرف برسات کی پھواریں نہیں دکھائی دیتیں، موسلا دھار بارش کی مصیبت بھی دکھائی پڑتی ہے ٹپکتے ہوئے چھپر، گرتے ہوئے مکان، پھسلتے ہوئے آدمی، بجھے ہوئے چولھے،

Scanned with CamScanner

بھیگ کر ٹھٹھرے ہوئے لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظیر کے نظموں کی فضا خالص عوامی اور خالص ہندوستانی ہے۔ ان کی کوئی بھی نظم ہو اس کو پڑھتے ہوئے ہمیں اسکی تصویریں اپنی آنکھوں کے آگے دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اُنکی فضا جانی پہچانی ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ لغت سے نہیں زمین سے لئے گئے ہوتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ نظیر الگ کھڑے ہوکر یہ باتیں نہیں کہتے خود بھی شامل ہو جاتے ہیں برسات میں جب وہ پھسلن کا ذکر کرتے ہیں تو اپنے پھسلنے کی بات کہنا بھی نہیں بھولتے۔

کچھ ایسے موضوعات بھی ہیں جن پر زیادہ تر شعرا نے شعر کہے ہیں لیکن نظیر نے اس موضوع کو اس طرح اٹھایا ہے کہ بات بالکل نئے انداز میں سامنے آتی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی یا نا پائیداری ایسا ہی موضوع ہے۔ نظیر نے کم از کم اس موضوع پر 15 نظمیں کہی ہیں۔ مشہور نقاد ظلم الدین احمد لکھتے ہیں:

"نظیر بے ثباتی دنیا کے نظارہ سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ وہ بار بار تنبیہ کرتے ہیں، ہر مرتبہ نئے رنگ سے، اس لئے تکرار سے بدمزگی پیدا نہیں ہوتی بعض نظمیں اس موضوع پر بے حد موثر ہیں اور اردو شاعری میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ "بنجارہ نامہ" اسی قسم کی نایاب اور پُر اثر نظم ہے۔"

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شتر کیا گونی پلا سر بھارا
کیا گیہوں، چاول، موٹھ، مٹر، کیا آگ دھواں کیا انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا۔

ہر بند میں پانچویں مصرع کی تکرار دل پر عجیب اثر پیدا کرتی ہے۔

(اردو شاعری پر ایک نظر)

نظموں ہی کی طرح نظیر نے غزلوں میں بھی اپنی راہ نکالی۔ الفاظ و محاورات کا استعمال بھی اپنے انداز پر کیا۔ رائج طریقے کے برخلاف انہوں نے مسلسل غزلیں بھی بڑی تعداد میں کہیں جن میں ایک ہی موضوع پر سارے اشعار ایک ترتیب سے ہوتے ہیں اور یہ نظم کے بہت قریب آ جاتی ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے غزلوں کی فضا بھی ہندوستانی ہے۔ فارسی شعراء سے متاثر ہوکر ایرانی نہیں۔ یہ خوبی ولی دکنی وغیرہ شروع کے شعراء میں موجود تھی جو دھیرے دھیرے ختم ہو گئی۔ نظیر کے غزلوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ ساٹھ ستر زائد غزلیں کلیات میں شامل ہیں۔ غزلوں کے کچھ اشعار اس طرح ہیں۔

بحرِ ہستی میں صحبتِ احباب — یوں ہے جیسے بہ روئے آب حباب

عمرِ حیاتِ بشر، قطرۂ شبنم — وصلِ محبوب، گوہرِ نایاب

میرا اور اُس کا اختلاط ہو گیا مثلِ ابر و برق — اُس نے مجھے رُلا دیا، میں نے اُسے ہنسا دیا

جیسے ہوں پتنگ کاغذی ڈور ہے اُس کے ہاتھ میں — چاہا اِدھر گھٹا لیا، چاہا اُدھر بڑھا دیا

شام کی صبح ہو گئی دم میں — یہ تو کچھ ہم نے خواب سا دیکھا۔

نہ گل اپنا، نہ خار اپنا، نہ ظالم باغباں اپنا — بنایا آہ! کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا

حقیقت یہ ہے کہ نظیر کی غزلوں کا بھی اچھا خاصا سرمایہ اردو کے بڑے بڑے شاعر کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلیم الدین احمد لکھتے ہیں۔

"" اردو شاعری کے آسمان پر نظیر کی ہستی تنہا ستارہ کی طرح درخشاں ہے۔ ""